وصیت بالاعضاء

کی اسلامی حیثیت

مولانا علی احمد سندیلی

مدیر ادارہ منہاج القرآن لاہور

فہرست عنوانات

1 ...... انسانی جسم کے اعضاء کو صدقہ یا ھبہ دینے کی عدم جواز پر دلائل قرآنی۔

2 ...... انسانی جسم و اعضاء میں اصل عدم مالیت ہے۔قرآنی شہادات۔

3 ...... قرآنی آیات میں مال کے مقابلہ میں انسان کا بصورت ناس اور بنین تذکرہ۔

4 ...... مجوزین کا آیت ان الله اشترى من المؤمنين الخ سے استدلال۔

5 ...... انسانی جان اللہ تعالی کی امانت ہے اور امانت کی بیع وھبہ، عطیہ وغیرہ جائز نہیں۔

6...... جنت کے علاوہ مؤمنین کے ابدان کی کوئی قیمت نہیں (فخر الدین رازیؒ)۔

7 ...... ليس لابدانكم ثمن الا الجنة الخ سے مستفاد امور۔

8 ...... معطوف، معطوف علیہ اور مضاف، مضاف الیہ کا مغایرت۔

9...... دلیل بالسنۃ (احادیث کی روشنی میں انسان کی عدم مالیت)۔

10 ...... احادیث میں مال کی اضافت انسان کی طرف کیا گیا ہے۔

11 ...... حدیث ابوھریرہؓ سے انسانی جسم کے متعلق تصرف پر استدلال۔

12 ...... جواب بشرائع من قبلنا حجت نہیں۔

13...... جواب از حدیث من تصدق بشيء من جسد اعطى بقدر ما اعطى۔

14...... مجوزین انتقال کا عبارت صاحب ھدایہ سے استدلال

15 ...... انسانی اعضاء میں بدل عندابی حنیفہ جائز ہے لیکن ھبہ وعطیہ نہیں ہوسکتا۔

16 ...... دیت انسانی جان اوراعضاء کی قیمت نہیں بلکہ تاوان اورضمان ہے۔

17 ...... دیت اورانسان میں چندوجوہ سے فرق۔ 18 ...... معقول سے استدلال کی چندصورتیں۔

19 ...... انسان کے مال متقوم نہ ہونے پرچند دلائل۔ 20 ...... وصیت کی تعریف۔

21 ...... وصیت میں موصی بہ کی مالیت اورتملک شرط ہے۔

انسانی جسم یااعضاءکوصدقہ یاعطیہ دینے کی وصیت جائزنہیں ہے اسلئے کہ وصیت مالِ متقوم کی ہوتی ہےاور انسانی جسم واعضاء میں اصل عدم مالیت ہے۔اگرچہ بعض اوقات رقیت کی بناءپراسمیں مالیت آجاتی ہےمگروہ عارضی اورطاری ہوتی ہے نہ کہ اصلی۔چنانچہ قرآن وسنت سے ہمارے اس دعویٰ کی تائیدہوتی ہے۔

دلائل قرآنی :- قرآن کریم کی کسی بھی آیت میں انسان کومال نہیں کہا گیابلکہ مال کے مقابلے میں انسان کاذکرہوا۔درجہ ذیل آیات تحریرکی جاتی ہیں۔

1-قولہ تعالیٰ:أیحسبون أنما نمدھم به من مال و بنین نسارع لھم فی الخیرات ﴿سورۃ المؤمنون 55﴾ کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ان کومال اوراولادمیں ترقی دے رہے ہیں انہیں پہنچانے میں جلدکررہے ہیں۔

2- قولہ تعالیٰ: المال والبنون زینة الحیوۃ الدنیا ﴿سورۃ الکہف 46﴾ مال اوربیٹے دنیوی زندگی کی رونق ہے۔

3 - قولہ تعالیٰ: یوم لا ینفع مال ولا بنون إلا من أتی الله بقلب سلیم ﴿سورۃ الشعراء 89/88﴾ جس دن مال اور اولادنفع نہیں دے گی مگرجواللہ کے پاس پاک دل لیکرآیا

4-قولہ تعالیٰ:"عتل بعد ذلک زنیم أن کان ذامال و بنین ﴿سورۃ القلم 14/13﴾ بڑا اجڈاس کے بعدبداصل بھی ہے اسلئے کہ وہ مال اوربیٹوں والا ہے۔

5 - قولہ تعالیٰ:فقال لصاحبه وھو یحاورہٗ أنا اکثر منک مالا وأعز نفراً ﴿سورۃ الکھف 34﴾ پھراس نے اپنے ساتھی سے باتیں کرتے ہوئے کہاکہ میں تجھ سے مال میں بھی زیادہ ہوں اورجماعت کے لحاظ سے بھی زیادہ معزز ہوں

6- قولہ تعالیٰ: إن ترن أنا اقل منک مالا وولداً ﴿سورۃ الکھف 39﴾ اگرتومجھے دیکھتا ہے کہ میں تجھ سے مال اور اولادمیں کم ہوں۔

7- قولہ تعالیٰ: أفرءیت الذی کفر بایتنا و قال لأُوتین مالا و ولداً ﴿سورۃ مریم 77﴾ کیاتونے اس شخص کودیکھا ہے جس نے ہماری آیتوں کاانکارکیااورکہتا ہے کہ مجھے ضرورمال اوراولادملے گی۔

8- قولہ تعالیٰ:وجعلت له مالا ممدودا وبنین شھوداً ﴿سورۃ المدثر 13/12﴾ اوراس کومیں نے بڑھنے والا مال دیا حاضر

رہنے والے بیٹے دیئے۔

9- قولہ تعالیٰ: قال نوح رّبّ انهم عصوني واتبعوا من لم يزده ماله و ولدهٗ إلاخساراً ﴿سورۃ نوح 21﴾ نوح نے کہا اے میرے رب بیشک انہوں نے میرا کہنا نہ مانا اور اسکو مانا جس کو اسکے مال اور اولاد کے نقصان کے سوا کچھ بھی فائدہ نہیں دیا۔

10-قولہ تعالیٰ: ولنبلونكم بشيء من الخوف والجوع ونقص من الأموال والأنفس والثمرت ﴿سورۃ بقرہ 155﴾ اور ہم تمہیں کچھ خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے ضرور آزمائیں گے۔

11- قولہ تعالیٰ: لتأكلوا فريقا من اموال الناس بالإثم وانتم تعلمون ﴿سورۃ بقرہ 188﴾ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گناہ سے کھا جاؤ حالانکہ تم جانتے ہو۔

12- قولہ تعالیٰ: ان الذين يأكلون اموال اليتامىٰ ظلما انما ياكلون في بطونهم نارا ﴿سورۃ النساء 10﴾ بے شک جو لوگ یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ آگ سے بھرتے ہیں۔

13- قولہ تعالیٰ: وأخذهم الربوٰا و قد نهوا عنه وأكلهم اموال الناس بالباطل ﴿سورۃ النساء 141﴾ اور ان کے سود لینے کا سبب سے حالانکہ اس سے منع کئے گئے تھے اور اس سبب سے کہ لوگوں کا مال ناحق کھاتے تھے۔

14- قولہ تعالیٰ: وأمددناكم بأموال وبنين وجعلناكم أكثر نفيرًا ﴿سورۃ بنی اسرائیل﴾ اور تمہیں مال اور اولاد میں ترقی دی اور تمہاری جماعت بڑھادی۔

15- قولہ تعالیٰ: قل إن كان اباؤكم وأبناؤكم وأزواجكم وعشيرتكم وأموالن اقترافتموها وتجارة تخشون كسادها و مسكن ترضونها ﴿سورۃ توبہ 24﴾ فرمادو اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور برادری اور مال جو تم نے کمائے اور سوداگری جسکے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور مکانات جنہیں پسند کرتے ہو۔

16- قولہ تعالیٰ: وشاركهم في الأموال والأولاد وعدهم ﴿سورۃ بنی اسرائیل 64﴾ اور انکے مال اور اولاد میں شریک ہو جا۔ اور ان سے وعدے کرے۔

17 - قولہ تعالیٰ: وتكاثر في الأموال والأولاد ﴿سورۃ الحدید 20﴾ اور ایک دوسرے پر مالوں اور اولاد میں زیادتی چاہنا۔

18-قولہ تعالیٰ: إنك آتيت فرعون وملأه زينة وأموالا في الحيوة الدنيا ﴿سورۃ یونس 88﴾ اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی کی آرائش اور ہر طرح کا مال دیا۔

19-قولہ تعالیٰ: واعلموا أنما اموالكم وأولادكم فتنة وان الله عنده اجر عظيم ﴿سورۃ الانفال 28﴾ اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے اور بیشک اللہ کے ہاں بڑا اجر ہے۔

20-قولہ تعالیٰ: وما أموالكم ولاأولادكم بالتي تقربكم عندنا زلفیٰ ﴿سورۃ السبا 37﴾ اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد
ایسی چیز نہیں جو تمہیں مرتبہ میں ہمارے قریب کر دے۔

21- قولہ تعالیٰ: و قالوا نحن أكثر أموالا وأولادا و ما نحن بمعذبين ﴿سورۃ﴾ اور یہ بھی کہا کہ ہم مال اور اولاد میں تم
سے بڑھ کر ہیں اور ہمیں کوئی عذاب نہ دیا جائیگا۔

22 - قولہ تعالیٰ: لياكلون اموال الناس بالباطل و يصدون عن سبيل الله ﴿سورۃ التوبہ 34﴾ لوگوں کا مال ناحق
کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔

23 - قولہ تعالیٰ: كانوا أشد منكم قوة وأكثر أموالا وأولادا ﴿سورۃ توبہ 24﴾ تم سے طاقت میں زیادہ تھے اور مال
اولاد میں بھی زیادہ تھے۔

24 - قولہ تعالیٰ: ولا تأكلوا اموالهم إلى أموالكم إنه كان حوبا كبيرا ﴿سورۃ النساء 2﴾ اور انکے مال اپنے مال کے
ساتھ ملا کر نہ کھاؤ یہ بڑا گناہ ہے۔

25 - قولہ تعالیٰ: ولا تؤتوا السفهاء أموالكم التي جعل الله لكم قياما ﴿سورۃ النساء 5﴾ اپنے وہ مال جنہیں اللہ تعالی
نے تمہاری زندگی کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے بے سمجھوں کے حوالے نہ کرو۔

26 - قولہ تعالیٰ: فادفعوا إليهم اموالهم و لا تأكلوها إسرافا وبدارا أن يكبروا ﴿سورۃ النساء 6﴾ تو انکے مال انکے
حوالے کر دو۔ اور ان کے بڑے ہونے کے ڈر سے ان کا مال جلدی نہ کھاؤ۔

27 - قولہ تعالیٰ: إنفروا خفافا وثقالا وجاهدوا بأموالكم وأنفسكم في سبيل الله ﴿سورۃ التوبہ 41﴾ تم ہلکے ہو یا
بوجھل نکلو اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں لڑو۔

28 - قولہ تعالیٰ: و ان تؤمنوا و تتقوا يؤتكم أجوركم ولا يسئلكم أموالكم ﴿سورۃ محمد 36﴾ اور اگر تم ایمان لاؤ اور
پرہیزگاری اختیار کرو تو تمہیں تمہارے اجر دے گا اور تم سے تمہارے مال نہیں مانگے گا۔

29 - قولہ تعالیٰ: وتجاهدون في سبيل الله باموالكم وأنفسكم ﴿سورۃ الصف 11﴾ اور تم اللہ کی راہ میں اپنے مالوں
اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔

30 - قولہ تعالیٰ: لا تلهكم أموالكم و لا أولادكم عن ذكر الله ﴿سورۃ المنافقون 9﴾ تمہیں تمہارے مال اللہ تعالی
کے ذکر سے غافل نہ کر دیں۔

31 -قولہ تعالیٰ: إنما أموالكم وأولادكم فتنة ﴿سورۃ التغابن 9﴾ تمہارے مال و اولاد تمہارے لئے محض آزمائش ہیں

32- قولہ تعالیٰ: وما اتيتيم من ربا ليربوا في أموال الناس فلا يربو عند الله ﴿سورۃ الروم 39﴾ اور جو سود پر تم دیتے

ہوتا کہ لوگوں کے مال میں بڑھتا رہے سو اللہ کے ہاں وہ نہیں بڑھتا۔

33- قولہ تعالیٰ: و إن تبتم فلكم رؤس أموالكم ﴿البقرة 279﴾ اور اگر توبہ کرلو تو اصل مال تمہارے تمہارے واسطے ہے۔

34- قولہ تعالیٰ: لتبلون فى أموالكم و أنفسكم ﴿آل عمران 186﴾ البتہ تم اپنے مالوں اور جانوں میں آزمائے جاؤ گے۔

35 -قولہ تعالیٰ: إن اللهَ اشترىٰ من المؤمنين أنفسهم و أموالهم بأن لهم الجنة ﴿سورۃ التوبۃ 110﴾ بیشک اللہ تعالی نے مسلمانوں سے ان کی جان اور مال اس قیمت پر خرید لئے ہیں کہ ان کیلئے جنت ہے۔

انتقال اعضائے انسانی کے مجوز علماء کو اس آیت سے مغالطہ ہوا انہوں نے سمجھ لیا کہ انسان جسم و اعضاء کا مالک ہے۔لہذا پیوند کاری کیلئے اپنے اعضاء دے سکتا ہے۔اور مرنے کے بعد وصیت بھی کر سکتا ہے۔انہوں نے آیت میں مذکور اشتریٰ سے اصطلاحی بیع و شراء سمجھ کر اس پر اپنے مفروضوں کے عمارت تعمیر کر لی۔حالانکہ تمام مفسرین متفقہ طور پر لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اشتریٰ سے مراد اصطلاحی بیع و شراء نہیں۔ نیز تمام کتب فقہ میں صراحت کے ساتھ یہ مسئلہ موجود ہے کہ اگر کسی شخص کی چیز دوسرے شخص کے پاس بطور امانت موجود ہو تو امین کو اس بات کا حق نہیں ہوتا کہ وہ کسی اور شخص کو امانت کی چیز فروخت کر دے نہ اس کو یہ حق ہے کہ وہ صاحب مال سے اس مال کو فروخت کر کے معاوضہ وصول کرے یا امانت والی چیز کا ھبہ یا عطیہ کرے۔یا کسی کیلئے اس کی وصیت کرے لہذا آیت مذکورہ میں اگر شراء سے مراد حقیقی ہے تو اللہ تعالیٰ ہر مومن انسان کی جان و مال کا مالک ہو گیا۔اور یہ چیز انسان کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں۔

ظاہر ہے کسی مومن کیلئے اس بات کی اجازت نہ ہونی چاہئے کہ وہ اپنی جان و مال میں کسی قسم کا مالکانہ تصرف کرے نہ کسی کو بیچے نہ ھبہ یا عطیہ کرے ہاں اگر اللہ تعالیٰ نے خود اسکو تصرف کی اجازت دی ہو جیسا کہ اموال میں باری تعالیٰ نے انسان کو مالکانہ تصرف کرنے کی اجازت دی ہے لیکن انسان کے جسم و جان میں اس کا اختیار نہیں دیا کہ کسی کو فروخت کر دے یا کسی کو ھبہ یا عطیہ کے طور پر دیدے۔

علاوہ ازیں قرآن کریم میں جب انسان کی جان و مال کے بدلے میں جنت دینے کو شراء سے تعبیر کیا گیا ہے۔تو لازماً شراء کیلئے جسطرح مقام اور محل شراء کا ہونا ضروری ہے اسی طرح یہاں پر بھی محل اور مقام شراء ہونا ضروری ہوا تا کہ مومنین کی تسلیم و تسلم ہو سکے۔

آیت مذکورہ میں يقاتلون فى سبيل الله فيقتلون کا ٹکڑا محل شراء کا بیان واقع ہوا ہے۔یعنی جب انسان جہاد اور میدان جہاد میں جان و مال خرچ کر دینگے تب انہیں جنت ملے گی۔اس سے معلوم ہوا کہ انسان جب تک اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق اپنے جان و مال کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرے گا اس وقت تک انسانی جان و جسم اور مال کی تسليم الى الله نہ ہوگی۔یعنی بیع کی تسلیم نہ ہوگی تو اس کا بدل جنت کسطرح ملے گی۔پھر قبل تسلیم اس میں ایسا تصرف جس میں بیع کے نقصان اور ضائع ہونے کا اندیشہ ہو کیونکر درست ہوگا۔

اس آیت کے تحت امام فخر الدین رازیؒ ایک حدیث نقل فرماتے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔قال الصادق و المصدق عليه الصلوٰة والسلام ليس لا بدانكم ثمن الا الجنة فلا تبيعو ها الابها یعنی نبی صادق و مصدوق ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے علاوہ تمہارے ابدان کی کوئی قیمت نہیں ہے اس کو جنت کے سوا کسی چیز کے بدلہ میں مت فروخت کرو۔

حدیث مذکور سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

1- انسانی جسم کی کوئی قیمت وثمن دنیا میں نہیں ہے بخلاف مال کے کہ اس کی قیمت اور ثمن ہوتا ہے۔

2- جب جسم انسانی کی کوئی قیمت وثمن دنیا میں نہیں ہے تو وہ قابل معاوضہ بھی نہیں ہے بخلاف مال کے کہ وہ قابل معاوضہ ہے۔لہذا انسانی جسم کو مال پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

3- جو شے قابل معاوضہ نہیں اسے فروخت کرنا جائز نہیں لہذا جسم انسانی کا فروخت کرنا جائز نہیں جبکہ مال کا فروخت کرنا جائز ہے۔

4- جسم انسانی قابل انتقال وقابل تملیک نہیں۔جو شے قابل تملیک نہیں ہوتی اس میں وصیت ووراثت جائز نہیں ہوتی اسی وجہ سے انسان کو اس بات کا حق نہیں ہوتا کہ وہ مرنے سے پہلے اپنے جسم کے بارے میں وصیت کرے کہ فلاں کو دے دینا۔اسی طرح اعضاء کے بارے میں بھی وصیت نہیں کرسکتا کہ فلاں کو فلاں عضو دیدینا۔انسان کے مرنے کے بعد اس کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ سب میں وراثت جاری ہوتی ہے۔ورثاء بعد میں تقسیم کر لیتے ہیں۔لیکن میت کے جسم میں وراثت جاری نہیں ہوتی اس کو فروخت کر کے یا بغیر فروخت تقسیم کرنا جائز نہیں ہے خواہ ورثاء بھوکے پیاسے مر رہے ہوں (انسانی عضو کا احترام اور جدید طب ص 57 مصنفہ مفتی عبدالسلام)

آیت اشتری میں أموالھم کا عطف انفسھم پر ہو رہا ہے اور عطف میں معطوف اور معطوف علیہ ایک دوسرے سے مغائر ہوتے ہیں۔جس سے معلوم ہوا کہ انسان کی طرف نفس اور مال کی نسبت ایک جیسی نہیں ہے۔اسی طرح مذکورہ بالا تمام آیات کریمہ میں کہیں مال کا نفسِ انسان پر عطف ہے کہیں اضافت جس طرح عطف میں معطوف اور معطوف علیہ مغائر ہوتے ہیں اضافت میں مضاف اور مضاف الیہ مغائر ہوتے ہیں۔ان تمام آیتوں سے واضح ہوگیا کہ انسان مال نہیں ہے۔اور اسی طرح اعضاء انسانی بھی مال نہیں ہے۔

دلیل بالسنۃ:- احادیث نبوی ﷺ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان مال نہیں۔مثلاً

1- **قولہ ﷺ أو صدقة اخرجها من ماله فی صحته و حیاته تلحقه من بعد موته** ﴿مشکوۃ کتاب العلم﴾ یا اپنی زندگی اور صحت میں اپنے مال سے صدقہ کیا وہ اس کو ملے گا اس کی موت کے بعد۔

2- **قولہ ﷺ یقول إبن ادم مالی مالی و هل لک یا ابن آدم الّا ما أکلت فافنیت أو لبست فأبلیت أو تصدقت فأمضیت** ﴿مشکوۃ شریف﴾ آدمی کہتا ہے میرا مال میرا مال کیا آدمی کا مال اتنا نہیں جتنا وہ کھا کر فنا کردے یا پہن کر پرانا کردے یا صدقہ دے کر آخرت کے فائدے کیلئے بھیج دے۔

3- **قولہ ﷺ یقول العبد مالی مالی وإن ماله من ماله ثلث ما أکل فأفنی ولبس فأبلی أو أعطی فأفنی وما سوی ذلک فهو ذاهب وتارکه للناس** ﴿مشکوۃ کتاب الرقاق﴾ آدمی کہتا ہے میرا مال میرا مال مگر حقیقت میں جسکو اسکا مال کہہ سکتے ہیں وہ تین قسم سے زیادہ نہیں جو اس نے کھا کر فنا کردیا جو اس نے پہن کر بوسیدہ کردیا جو اس نے کسی کو اللہ کے واسطے دیدیا اور

اپنے لئے آخرت کا ذخیرہ بنالیا اسکے سوا جو رہا وہ اس نے اورلوگوں کیلئے چھوڑ کر خود چل بسے گا۔ اور وہ مال دوسروں کا مال ہو جائیگا۔

4- قوله ﷺ إذا لم يبارك للعبد في ما له جعله في الماء والطين ﴿مشکوۃ کتاب الرقاق﴾ جب کسی آدمی کے مال میں برکت نہیں دی جاتی تو وہ اسے پانی اور مٹی میں ملا دیتا ہے۔

5- قوله ﷺ ما نفعني مال قط مال نفعني مال ابيبكر ﴿مشکوۃ باب مناقب ابی بکر﴾ مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابوبکرؓ کے مال نے نفع دیا۔

6- ایک مرتبہ جب ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو صدقہ کا حکم دیا فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں وافق ذلك عندي مال فقلت اليوم أسبق ابابكر إن سبقته يوما قال فجئت بنصف مال قال رسول الله ﷺ ما أبقيت لأهلك فقلت مثله و أتى أبو بكر بكل ماعنده فقال يا أبابكر ما أبقيت لأهلك فقال أبقيت لهم الله ورسوله ﴿مشکوۃ﴾ اتفاقاً اس وقت میرے پاس مال بہت تھا تو میں نے سوچا کہ اگر میں کسی دن ابوبکرؓ سے بڑھ سکا تو آج بڑھ جاؤنگا فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا آدھا مال لایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اپنے بال بچوں کیلئے کیا چھوڑا میں نے کہا آدھا مال چھوڑا ہے۔ اور ابوبکرؓ سارا مال لائے جو ان کے پاس تھا فرمایا اے ابوبکرؓ تم نے اپنے گھر والوں کیلئے کیا رکھا ہے عرض کیا کہ میں نے ان کیلئے اللہ اور رسول رکھا ہے۔

ان تمام احادیث میں مال کی اضافت انسان کی طرف ہے بالخصوص یقول ابن ادم مالی مالی میں مطلقا مال کی اضافت انسان کی طرف ہوتی ہے مومن وکافر کا کوئی امتیاز نہیں کیا جس سے واضح ہو گیا کہ انسان خواہ مومن ہو یا کافر مال نہیں ہے ان کے علاوہ بھی بہت احادیث ایسی ہیں جن میں مال کی اضافت انسان کی طرف ہوتی ہے ہم انہی پر ختم کرتے ہیں۔

انتقال اعضاء انسانی کی وصیت کے مجوزین صحیح مسلم کی مندرجہ ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ "عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال قال رجل لم يعمل حسنة قط لأهله اذا مات فحرقوه ثم ادروا نصفه في البر ونصفه في البحر فوالله لئن قدر الله عليه ليعذ بنه عذابا لايعذبه أحدا من العالمين فلما مات الرجل فعلوا ما أمرهم فأمر الله البر فجمع ما فيه وأمر البحر فجمع ما فيه ثم قال لم فعلت هذا قال من خشيتك يا رب وأنت أعلم فغفر الله له ﴿مسلم شریف﴾ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک آدمی نے کوئی نیکی نہیں کی تھی جب وہ مرنے لگا تو اس نے اپنے گھر والوں سے کہا اس کو جلا دینا پھر اس کے نصف کو خشکی میں اُڑا دینا اور نصف کو سمندر میں بہا دینا کیونکہ خدا کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے اس پر گرفت کی تو اس کو اتنا سخت عذاب دیگا کہ تمام جہانوں میں کوئی اس کو اتنا سخت عذاب نہیں دے سکتا جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اسکی وصیت کے مطابق عمل کر دیا اللہ تعالیٰ نے خشکی کو حکم دیا تو اس نے اسکی ذرات جمع کر دیئے اور دریا کو حکم دیا اس نے بھی مطلوبہ ذرات جمع کر دیۓ پھر فرمایا تم نے اسطرح کرنے کا کیوں کہا تھا اس نے کہا اے میرے رب تیرے ڈر کی وجہ سے اور تو زیادہ جانتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔

انتقال اعضاء انسانی کی وصیت کو جائز کہنے والے ایک مولانا صاحب لکھتے ہیں اس حدیث نبوی ﷺ سے جن امور پر روشنی پڑتی ہے ان میں سے ایک یہ کہ انسان اپنے مردہ جسم کے متعلق ایسی وصیت بھی کرسکتا ہے کہ اسکو جلا کر اسکی راکھ ہوا میں اڑا اور دریا میں ڈال دی جائے اگر ایسی صورت میں کوئی وصیت جائز نہ ہوتی تو رسول اللہ ﷺ نے جب اس وصیت کو بیان فرمایا تو اسکے ساتھ ساتھ یہ بھی ضرور فرماتے کہ ایسی وصیت کسی حال میں کسی کیلئے جائز ہے غرضیکہ اس موقع پر آپ ﷺ کا کچھ نہ فرمانا ایسی وصیت کے جواز کی دلیل بن سکتا ہے'' ﴿اسلام قرینہ کی پیوند کاری﴾

جواب: اس حدیث میں جس طرح آپ ﷺ نے وصیت کرنے سے منع نہیں فرمایا اسی طرح آپ ﷺ نے اس حدیث میں یہ بھی تو نہیں فرمایا کہ انسان جلانا جائز نہیں دفن کرنا ضروری ہے۔ اس استدلال سے تو انسانی لاش کے جلانے کی وصیت جائز ہونی چاہئے حالانکہ اس کے مجوز وصیت انتقال اعضاء انسانی بھی قائل نہیں ہیں۔

حدیث مذکور کے متعلق علامہ ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں **أما أوصى به فلعله كان جائزا في شرعهم ذلك لتصحيح التوبة فقد ثبت في شرع بني إسرئيل قتلهم أنفسهم لصحة التوبة** ﴿فتح الباری﴾ بنی اسرائیل کے آدمی نے جو اپنے جسم کو جلانے کی وصیت کی اور پھر راکھ کو سمندر میں بہانے کی وصیت کی تھی بہت ممکن ہے کہ انکے مذہب میں اس طرح از روئے توبہ لاش جلانے کی اجازت ہو جبکہ ان کی شریعت سے یہ بھی ثابت ہے کہ انکے مذہب میں بعض گناہوں کی توبہ قتل نفس پر موقوف تھی جیسا کہ قرآن مجید میں بنی اسرائیل کو گائے پرستی اور گناہ کی توبہ میں قتل نفس کا حکم دیا گیا تھا۔

یھود کی دین میں انسان کیلئے اپنے جسم کو ہلاک کر کے توبہ کی اجازت تھی جبکہ اسلام میں قتل نفس توبہ مشروع نہیں اسی وجہ سے ابن حجرؒ نے حدیث میں احتمال جواز وصیت کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ممکن ہے انکے مذہب میں جسم کو جلانا جائز ہو۔ جبکہ ہمارے مذہب میں جائز نہیں جو چیز قبل از اسلام کسی مذہب میں جائز ہو اس کیلئے ضروری نہیں کہ وہ اسلام میں بھی جائز رہے لہذا اس حدیث سے انسانی جسم و اعضاء کو عطیہ دینے کی وصیت کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔

مجوزین اعضائے انسانی کی عطیہ اور وصیت پر عبادۃ بن الصامت کی درج ذیل کی حدیث سے بھی استدال کرتے ہیں۔

من تصدق بشئ من جسد أعطى بقدر ما تصدق ﴿الجامع الصغیر﴾ جس نے اپنے جسم سے کچھ صدقہ کیا اس کو اس کے بقدر اجر ملے گا۔

جواب: اس حدیث کے چند مطلب بیان کئے گئے ہیں۔

1- یہ کہ کسی پر کسی شخص نے جنایت کردی مثلاً اس کا کوئی عضو کاٹ دیا یا اسکی کسی منفعت کو ختم کردیا اور اس مظلوم نے خالص اللہ کے واسطے اسکو معاف کردیا تو وہ عنداللہ اس جرم کو معاف کرنے کے بقدر ثواب کا مستحق ہوگا۔

2- دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہاں صدقہ کرنے سے یہ مراد ہو کہ جس نے اپنے اعضاء بدن سے نیک اعمال انجام دیئے مثلاً کسی نے

اپنے ہاتھ سے راستے میں پڑی ہوئی کوئی چیز ہٹادی تو اسکو اسکے مطابق ثواب ملے گا فیض القدیر شرح جامع صغیر میں ہے۔ یعنی من جنی علیه إنسان أوقطع منه عضوا أوزال منفعته وعفا عنه لوجه الله أثابه الله تعالیٰ علیه بقدر الجنایة ویحتمل أن المراد بالتصدق بذلک أن یباشر بعض الطاعة ببعض بدنه کأن یزیل الأذی عن الطریق بیدہ فیثاب بقدر ذلک أخرج إبن سعد عن الربیع بن خیثم أنه کان یکنس الحش بنفسه فقیل له إنک تکفی هذا قال إنی أحب أن اخذ نصیبی من الجنة ﴿فیض القدیر ج4﴾ (1) ایک شخص پر کسی نے جنایت کی جب کہ اس کا کوئی عضو کاٹ دیا یا اس کی کوئی منفعت ضائع کردی پس اس شخص نے اس کو اللہ کی خاطر معاف کردیا تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کرنے کے بقدر ثواب عطا کرے گا۔

2- اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں صدقہ سے مراد یہ ہے کہ انسان بعض نیک اعمال اپنے اعضاء بدن سے انجام دے۔ جیسے کہ راستہ سے کوئی ایذا دینے والی چیز ہٹادی تو اسکو اس کے بقدر ثواب ملے گا۔ چنانچہ ابن سعد نے ربیع بن خیثم سے نقل کیا ہے کہ وہ کیچڑ خود صاف کیا کرتے تھے اس کو کہا گیا کہ آپ اس کو کافی سمجھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں محنت سے اپنا حصہ حاصل کروں۔

صاحب مجمع الزوائد نے اس حدیث کو باب ماجاء فی العضو عن الجانی والقاتل کے تحت ذکر کیا ہے انہوں نے اسکے علاوہ دیگر احادیث بھی نقل کی ہیں۔

"عن عبادة بن الصامت قال سمعت رسول الله ﷺ یقول ما من رجل یخرج فی نفسه جراحة فیصدق بها الاکفر الله تبارک و تعالیٰ عنه مثل ما تصدق به رواه احمد و رجاله رجال الصحیح.

"وعن رجل من أصحاب النبی ﷺ قال من أصیب فی جسده بشئ فترکه لله عزوجل کان کفارة له رواه أحمد وفیه بحاله وقد اختلط وعن عدی بن ثابت قال هم رجل فم رجل علیٰ عهد معاویة فاعطی دیته فأبی أن یقبل حتی أعطی دیته فأبی أن یقبل حتی أعطی ثالثا فقال رجل إنی سمعت رسول الله ﷺ یقول من تصدق بدم اودونه کان کفارة له من یوم ولدإلی یوم تصدق رواه ابو یعلی ورجاله رجال الصحیح غیرعمران بن ظبیان وقال فیه ضعف وقد وثقه إبن حبان ﴿مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للهیثمی﴾

حضرت عبادۃ بن صامت نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کسی شخص کے جسم میں کوئی زخم لگ جاتا ہے اور وہ اسکو معاف کردیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے صدقہ کے بقدر اسکے گناہ معاف کردیتا ہے امام احمد نے اسکو روایت کیا اور اسکے راوی سب صحیح ہیں ایک صحابی آپ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس کسی کے جسم میں کوئی گزند پہنچے اور وہ اللہ تعالیٰ کیلئے اس کو چھوڑ دے (بدلہ نہ لے) تو اسکے گناہوں کا کفارہ ہوگا امام احمد نے اسکو روایت کیا اسکی سند میں بحالہ ہے جو کہ مختلط ہیں

عدی بن ثابت سے روایت ہے کہ حضرت معاویہؓ کے زمانے میں ایک آدمی نے دوسرے کے منہ کو زخمی کردیا اسکی دیت دی گئی لیکن زخمی آدمی نے دیت لینے سے انکار کیا یہاں تک تین مرتبہ دیت پیش کی گئی ہر دفعہ اس نے انکار کیا اور اس شخص سے کہا کہ میں نے رسول اللہ

ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے جنایت کا خون یا اس سے کم جنایت کا خون معاف کیا تو اسکا معاف کرنا اسکی پیدائش کے روز سے معاف کرنے کے روز تک کے گناہوں کیلئے کفارہ بنے گا ابو یعلی نے اس کو روایت کیا ہے اور اسکے رجال سب صحیح ہیں البتہ عمران بن ظبیان کو ضعیف کہا گیا ہے۔ ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے۔

الحديث بعضه يفسر بعضا محدثین کے مسلمہ اصول کی روشنی میں مجمع الزوائد کی روایات عبادۃ بن صامت کی روایت کی تفسیر و تشریح ہونگی نیز عبادۃ بن صامت کی روایت کا وہی مفہوم مراد لیا جائیگا جو قران کریم کی آیت **فمن تصدق به فهو كفارة له** کا ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔ أخرج إبن مردويه عن رجل من انصار عن النبى ﷺ فى قوله (فمن تصدق به فهو كفارة له) قال هو رجل يكسر سنه أو يقطع يده أو يقطع شئ منه أو يجرح فى بدنه فيعفوا عن ذلك فيحط عنه قدر خطايا ه فان كان ربع الدية فربع خطاياه و إن كان الثلث فثلث خطاياه و إن كانت الدية حطت عنه خطاياه كذلك ﴿تفسیر مظہری﴾ ابن مردویہ نے ایک انصاری کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد اس آیت کے ذیل میں تحریر فرمایا ہے (**فمن تصدق به فهو كفارة له**) کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جس کا دانت یا ہاتھ ٹوٹ جائے یا اسکا بدن متاثر ہوا اور وہ شخص اسکا بدلہ نہ لے بلکہ معاف کردے تو اسکے اسی مقدار گناہ معاف ہوتے ہیں۔ پس اگر ربع دیت ہو تو ایک چوتھائی گناہ معاف ہونگے اگر وہ ثلث دیت کا مستحق ہو تو ایک ثلث گناہ معاف ہو جائیں گے۔

اس کے بعد قاضی صاحب ز ث حدیث شریف نقل کر کے ترمذی کے حوالہ سے درج ذیل حدیث نقل کرتے ہیں

وروى الترمذى وإبن ماجة عن أبى الدرداء قال سمعت رسول الله ﷺ يقول ما من رجل يصاب بشئ فى جسده فتصدق به إلا رفعه الله به درجة وحط عنه خطاياه ترمذی اور ابن ماجہ میں ابو درداءؓ کے حوالہ سے یہ حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی شخص بھی جس کو کسی دوسرے کی جانب سے کوئی بدنی تکلیف پہنچی ہو اور وہ اس کو معاف کردے تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور ایک خطا معاف کر دیتا ہے۔

علامہ آلوسی معاف کر دینے کو تصدق سے کیوں تعبیر کیا گیا ہے پر ایک نکتہ بیان کرتے ہیں **والتعبير فى ذلك بالتصدق للمبالغة فى الترغيب** ﴿تفسیر روح المعانی 19/6﴾ اس آیت میں تصدق سے تعبیر کرنا اس مقصد کیلئے ہے کہ ان میں لوگوں کو اس پر آمادہ کرنے میں رغبت دلائی ہے۔ علامہ ابن جوزی اس آیت کے تحت دو قول لکھتے ہیں۔

احدها: إنها اشارة الى المجروح فاذا تصدق بالقصاص كفر من ذنوبه وهو قول ابن مسعود وعبد الله بن عمرو بن العاص و الحسن و الشعبى.

و الثانى إشارة إلى الجارح اذا عفاعنه المجروح كفر عنه ماجنى وهذا قول ابن عباس ومجاهد ومقاتل ومحمول على أن الجانى تاب من جنايته لأنه اذا كان مصرا فعقوبة الاصرار با قية ﴿تفسیر زاد المسیر﴾

اسی طرح تفسیر ماوردی میں ہے ﴿النکت والعیون تفسیر الماوردی 43/2﴾

1...... ایک قول یہ کہ اس سے مجروح کی طرف اشارہ ہے پس جب وہ قصاص معاف کردے گا وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوجائیگا۔ یہ قول ابن مسعود، عبداللہ بن عمرو بن عاص اور حسن اور شعبی کا ہے۔

2...... دوسرا قول یہ کہ جارح کی طرف اشارہ ہے جب مجروح اسکو معاف کردے تو اس کا معاف کرنا جارح کے گناہ کا کفارہ ہو جائیگا۔ یہ قول ابن عباس، مجاہد اور مقاتل کا ہے اور محمول ہوگا اس پر کہ جانی نے اپنی جنایت سے توبہ کرلی ہے اسلئے کہ جب جانی مصر رہے گا تو اصرار کی سزا بھی باقی رہے گی۔

مجوزین انتقال اعضاء اور وصیت انتقال اعضاء پر ھدایہ شریف ﴿205/3﴾ مندرجہ ذیل عبارت سے بھی دلیل پکڑتے ہیں

ان الاطراف یسلک بها مسلک الاموال فیجری فیها البدل بخلاف الانفس یعنی اعضاء انسانی کو اموال کی جگہ رکھا جاتا ہے پس اس میں بدل ہوسکتا ہے بخلاف نفس کے کہ اس میں بدل نہیں ہوسکتا ہے۔

اس عبارت سے مجوزین اس طرح دلیل پکڑتے ہیں کہ اس عبارت میں اعضاء انسانی کو مال کے قائم مقام کہا گیا ہے مال میں چونکہ بدل اور خرچ ہوسکتا ہے اسی طرح اعضاء انسانی میں بدل ہوسکتا ہے یعنی جسطرح انسان مال میں تصرف کرسکتا ہے اعضاء میں بھی کرسکتا ہے۔

جواب اس سوال کا جواب ھدایہ میں ہی موجود ہے ھدایہ کی پوری عبارت پڑھنے سے اسکا جواب خود بخود آجاتا ہے ھدایہ کی پوری عبارت درج ذیل ہے **قال ومن إدعى قصاصا علىٰ غيره فجحده استحلف بالإجماع ثم إن نكل عن اليمين فيما دون النفس يلزمه القصاص وإن نكل في النفس حبس حتى يحلف أويقر وهذا عند ابيحنيفة وقالا لزمه الارش فيها لان النكول اقرارفيه شبهة عندهما فلا يثبت به القصاص ويجب به المال خصوصا اذاكان امتناع القصاص بمعنى من جهة من عليه القصاص كما اذا اقر بالخطا والولي يدعي العمد و لأبيحنيفه ان الاطراف يسلك بها مسلك الاموال ليجزى فيها البذل بخلاف الانفس فانه لو قال اقطع يدى فقطعه لايجب الضمان وهذا اعمال للبذل الا انه لا يباح لعدم الفائدة و هذا البذل مفيد لإندفاع الخصومة به فصار كقطع اليد للاكلة و قلع السن للوجع** ﴿بذل کی تعریف: **هوعبارة عن قطع المنازعة والاعراض عنهالا الهبة و التمليك**﴾ اگر کسی شخص نے دوسرے پر قصاص کا دعوی کیا پھر مدعی علیہ نے اس کا انکار کیا تو بالاتفاق مدعٰی علیہ سے قسم لی جاوے۔ پھر اگر مدعی علیہ نے دعوی نفس سے کم میں قسم سے انکار کیا تو اس پر قصاص لازم ہوگا اور اگر قصاص نفس میں قسم سے انکار کیا تو مدعی علیہ کو قید خانہ میں ڈالا جاوے یہاں تک کہ وہ قسم کھاوے یا اقرار کرے اور یہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے اور صاحبین نے کہا کہ نفس سے کم میں اور نفس میں ہر دونوں صورتوں میں اس پر ضمان دیت لازم ہے اس واسطے کہ قسم سے انکار کرنا ایسا اقرار ہے جس میں شبہ ہوتا ہے تو انکار قسم سے قصاص ثابت نہ ہوگا بلکہ مال واجب ہوگا خصوصا جبکہ قصاص کا ممتنع ہونا ایسے معنی سے ہو جو اس شخص کی طرف سے پاوے جائیں جس پر قصاص لازمی ہے جیسے قاتل

نے قتل خطا کا اقرار کیا اور ولی قتل عمد کا مدعی ہے تو امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اطراف میں مال کے معاملہ کا برتاؤ ہوتا ہے پس اطراف میں بذل جاری ہوگا بخلاف نفس کہ اسمیں بذل نہیں ہوتا چنانچہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میرا ہاتھ کاٹ دے پس اس نے کاٹ ڈالا تو ہاتھ کا تاوان واجب نہ ہوگا اور یہ بذل کا اثر ہے لیکن یہ حلال اسلئے نہیں کہ اسمیں کچھ فائدہ نہیں اور یہاں پر قسم سے انکار کی وجہ سے جو بذل ہے وہ اس واسطے مفید ہیکہ اس بذل سے باہمی خصومت دفع ہوتی تو ایسا ہوگیا جیسے زخم آکلہ کی وجہ سے جراح نے ہاتھ کاٹ دیا اور درد کی وجہ سے دانت اکھاڑ دیا

خلاصہ یہ کہ یہاں پر دفع الضرر عن نفس المدعی علیہ کیلئے بذل اعضاء تو ہوا ہے لیکن کسی اعضاء کی تملیک یا ھبہ نہیں ہوا نہ ہی وصیت ہوئی اور بذل دفع الضرر عن نفسہ مفید ہے۔﴿بدائع الصنائع 226/7﴾ ھدایہ کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے۔

1...... انسانی اعضاء میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بذل ہوسکتا ہے جبکہ کسی کا شخصی حق قصاص وغیرہ آرہا ہو۔

2...... یا انسان اپنے نفس سے کسی ضرر کو دفع کرنا چاہتا ہو۔

3...... یا کسی عضو کے بذل پر اس کے دسرے اعضاء یا جسم کی حفاظت وصحت موقوف ہو۔

4...... بذل اور ھبہ ایک شی نہیں اسلئے بذل کرنے کے جواز سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ انسان اپنے اعضاء کا مالک ہے بلکہ بذل کرنے کے جواز اور ھبہ وتملیک کے عدم جواز سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان اپنے جسم واعضاء اباحۃ تو استعمال کرسکتا ہے لیکن کسی دوسرے کو منتقل نہیں کرسکتا۔

انتقال اجزائے انسانی کی وصیت کے مجوزین دیت سے بھی استدلال کرتے ہیں وہ کہتے ہیں دیت انسانی جان اور اعضاء کی قیمت ہے لہذا مال ہے اور مال کو ھبہ کیا جاسکتا ہے اور اس کی وصیت بھی ہوسکتی ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ قتل خطا میں دیت اور تاوان کا واجب ہونا اور جان کی ہلاکت کے علاوہ دوسری جنایت میں ارش کا لازم ہونا اس وجہ سے نہیں کہ انسان اپنے جسم واعضاء کا مالک ہے اور نہ ہی دیت وارش انسان کی قیمت یا ثمن ہے بلکہ دیت انسان اور انسانی اعضاء کو نقصان پہنچانے کا تاوان اور ضمان ہے۔ اگر دیت انسان اور اعضاء انسانی کی قیمت یا ثمن ہوتی تو شریعت کی طرف سے اس کا تعین نہ ہوتا جیسے دوسرے اموال کی قیمت اور ثمن انسان خود متعین کرتا ہے اس کی قیمت بھی انسان خود مقرر کرسکتا تھا لیکن ایسا کرنا جائز نہیں کہ دیت کی مقدار اور مد میں تبدیلی کی جاسکے۔

2 اگر دیت انسان کی قیمت ہوتی تو تمام آزاد لوگوں کی ایک ہی دیت نہ ہوتی بلکہ فرق مراتب کے اعتبار سے قیمت کا تعین ہوتا

3...... آزاد وغلام کا فرق نہ ہوتا بحثیت انسان سب کی قیمت قابلیت اور زیادت اوصاف کی بناء پر ہوتی۔

4...... دیت کبھی خود قاتل ادا کرتا ہے کبھی عاقلہ یعنی کنبہ وخاندان کبھی اہل دیوان کبھی کمپنی ادا کرتی ہے۔ کیا انسان کی املاک کی قیمت کنبہ واہل محلہ برادری پر واجب ہے؟ نہیں ہرگز نہیں تو پھر دیت کو انسان' اعضاء انسان کی قیمت کہنا کسی طرح صحیح ہے

5...... دیت وراثت میں تقسیم ہوتی ہے کیونکہ ضمان املاک میں شامل ہوجاتا ہے کیا مردہ انسان کو بھی بحثیت املاک وراثت میں

تقسیم کیا جائیگا اگرنہیں اور یقیناً نہیں تو پھر دیت اور انسان میں فرق ماننا ضروری ہوگا۔نسان املاک میں شامل نہیں جبکہ دیت املاک میں شامل ہو جاتی ہے۔

6...... انسان اپنے جسم کا مالک نہیں اسلئے اسے کسی قیمت پر زندگی میں فروخت نہیں کرسکتا نہ ہی فروخت کرسکتا ہے نہ ہی قیمت اپنی طرف سے متعین کرسکتا ہے دیت انسان یا انسانی اعضاء کی قیمت نہیں بلکہ انسانی جنایات کا ضمان وتاوان ہے۔﴿انسانی اعضاء کا احترام اور جدید طب﴾

چنانچہ بدائع الصنائع میں دیت کی وجوہ تحریر ہیں۔

أما المعقول فمن وجهين أحدهما أن الآدمية فيه أصل والمالية عارض و تبع والعارض لايعارض الأصل والتبع لايعارض المتبوع ودليل اصالة الآدمية بوجوه أحدها أنه فيما خلق خلقه آدميًا ثم ثبت فيه وصف المالية بعارض الرق والثانى أن قيام المالية فيه بأس دميه وجودا وبقاءً لا على القلب والثالث أن المال خلق و قاية للنفس والنفس ماخلقت وقاية للمال فكانت الآدمية فيه أصلا وجودا و بقاء عرضا والثانى أن حرمة الآدمى فوق حرمة المال لأن حرمة المال لغير وحرمة الآدمى لعينه ﴿بدائع الصنائع 257,258/8﴾

اور معقول سے استدلال کی دوصورتیں ہیں۔

1...... ایک تو یہ کہ غلام میں آدمیت اصل ہے اور مالیت عارض اور تابع ہے اور امر عارض اصل سے معارضہ نہیں کرسکتا اور نہ ہی تابع اپنے متبوع سے معارضہ کرسکتا ہے اور آدمیت کے اصل ہونے کی کئی وجوہ ہیں۔

(1) ایک تو یہ ہے کہ وہ پیدا کیا گیا ہے۔پھر اس میں مالیت کی صفت غلامی کی وجہ سے پیدا ہوگئی۔

(2) دوسرے یہ کہ اس میں مالیت کا قیام 'وجوداً و بقاءً'' دونوں کے اعتبار سے آدمیت کی وجہ سے ہے نہ کہ اس کے برعکس

(3) تیسرے یہ کہ مال کو جان کی حفاظت اور بچاؤ کیلئے پیدا کیا گیا ہے جبکہ جان کو مال کی حفاظت اور بچاؤ کیلئے پیدا نہیں کیا گیا۔لہذا اس میں وجود و بقاء اور عرض ہر اعتبار سے اصل آدمیت ہے۔

2...... معقول سے استدلال کرنے کی دوسری صورت یہ ہے کہ آدمی کی حرمت مال کی حرمت پر فائق ہے کیونکہ مال کی حرمت کسی اور (یعنی صاحب مال) کے واسطے ہے جبکہ آدمی کی حرمت خود اس کی خاطر ہے **فكان إعتبارا لنفسه وإهدار المالية أولى من القلب** پس اس کے نفس ہونے کا اعتبار کرنا اور اس کے مال ہونے کو نظر انداز کرنا اولیٰ ہے بہ نسبت اسکے برعکس کے۔ابن ہمام لکھتے ہیں **فالأظهر فى تفسير الدية ماذكره صاحب العنا يه آخرا فإنه بعدأن ذكر مثل ماذكر فى المغرب وعامة الشروح قال والدية اسم لضمان يجب بمقابلة الآدمى أوطرف منه** ﴿فتح القدیر 301/8﴾ صاحب عنایہ نے دیت کے بارے میں جو کچھ آخر میں ذکر کیا اور اس طرح جو کچھ مغرب اور عام شروح میں مذکور ہے اس کا ظاہر یہ ہے کہ دیت انسان یا اطراف انسان

کے مقابلہ میں ضمان ہے (قیمت نہیں)

بدائع کی مذکورہ عبارت سے اس اعتراض کا جواب بھی آ گیا کہ غلام ولونڈی کی خرید وفروخت جائز ہے تو یہ کہنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے کہ انسان مال نہیں اوراس کی خرید وفروخت جائز نہیں۔ (فتدبر)

سابقہ ابحاث سے معلوم ہوگیا کہ انسان مال نہیں ہے اسلئے اس کی ضرورت نہیں کہ یہ ثابت کیا جائے کہ انسان مال متقوم نہیں اسکے باوجود چند دلائل انسان کے مال متقوم نہ ہونے پر ذکر کئے جاتے ہیں۔

1 ...... عن أبی هريرة عن النبیﷺ قال قال الله تعالیٰ ثلثه أناخصمهم يوم القيامه رجل أعطى بی ثم غدر ورجل باع حراً فأكل ثمنه ورجل استوفى منه ولم يعط أجره ﴿بخاری شریف 297/1﴾ حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے روز تین آدمی میرے خصم اور مدعی علیہ ہونگے اور میں ان کے خلاف مدعی ہونگا۔

(1) ایک وہ شخص جو میرے نام پر عہد کرے قسم کھائے پھر منکر ہو جائے۔

(2) دوسرا وہ شخص جس نے آزاد آدمی کو بیچا اوراس کی قیمت کھا گیا۔

(3) تیسرا وہ شخص جس نے کسی مزدور آدمی سے پورا پورا کام لیا لیکن اس کی اجرت نہیں دی۔

2 ...... عن ابن عباسؓ أن المشركين أرادوا أن يشتروا جسد رجل من المشركين فأبى النبیﷺ أن يبيعه ﴿اعلاء السنن 113/14﴾ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مشرکین نے اپنے ایک آدمی کو خرید نے کا ارادہ کیا تو رسول اللہﷺ نے فروخت کرنے سے انکار فرمایا۔

المغازی میں محمد بن اسحاق نے روایت نقل کی ہے **أن المشركين سألوا النبیﷺ أن يبيعهم جسد نوفل بن عبدالله بن مغيرة وكان إقتحم الخندق فقال النبیﷺ لاحاجة لنا بثمنه ولا جسده فقال إبن هشام بلغنا عن الزهری أنهم بذلوا فيه عشرة آلاف** ﴿اعلاء السنن 113/14﴾ مشرکین نے غزوہ خندق کے موقع پر نوفل بن عبداللہ کے مردہ جسم کو خریدنا چاہا وہ خندق میں گر کر مر گیا تھا۔ رسول اللہﷺ نے فرمایا اس کی قیمت اور معاوضہ لینے کی ہمیں ضرورت نہیں نہ اس کے جسم کی حاجت ہے ابن ہشام نے کہا زہری سے ہمیں روایت پہنچی ہے کہ مشرکین نے اسکے بدلہ میں دس ہزار درھم کی پیشکش کی تھی۔

مذکورہ حدیثوں سے معلوم ہوا کہ آزاد آدمی کی بیع جائز نہیں خواہ زندہ ہو یا مردہ مومن ہو یا کافر اور یہ اصول ہے جس کی بیع جائز نہیں اسکا ھبہ اور عطیہ ووصیت بھی جائز نہیں یہاں یہ بھی یاد رہے کہ زندگی میں غلام کی اگرچہ بیع جائز ہے مگر اس کے کسی اندام کو کاٹ کر بیچنا جائز نہیں مرنے کے بعد جس طرح آزاد مرد کی بیع جائز نہیں اسی طرح غلام کے جسم اور اعضاء کی بیع بھی جائز نہیں اسلئے مولیٰ یا غلام اسکے اعضاء کی وصیت نہیں کرسکتے۔

فقہاء اسلام کے نزدیک آزادانسان مال متقوم نہیں اب کتب فقہ سے آزاد آدمی کے مال متقوم نہ ہونے پر چند حوالے درج کئے جاتے ہیں۔

(1) بدائع الصنائع میں ہے من شرائط البیع أن یکون مالًا لأن البیع مبادلة المال بالمال فلا ینعقد بیع الحر لأنه لیس بمال و کذابیع أم الولدلأنها حرة من وجه لما روی عن النبی ﷺ أنه قال اعتقها ولدها وروی عنه ﷺ انه قال فی أم الولد لاتباع ولا توهب وهی حرة من الثلث نهی ﷺ جواز بیعها مطلقا وسماها حرة فلاتکون مالًاعلی الإطلاق ﴿بدائع الصنائع 140/5 ‘البحر الرائق 80/6﴾ اور بیع کی شرائط میں یہ ہے کہ مبیع مال ہو کیونکہ بیع نام ہے مبادلة المال بالمال کا اسی وجہ آزاد آدمی کی بیع جائز نہیں اسلئے کہ وہ مال نہیں اسی طرح ام ولد کی بیع حرام ہے کیونکہ ام ولد بچہ جننے سے پہلے بھی جبکہ وہ حاملہ ہو من وجہ آزاد ہوتی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسکے بچے نے اسے آزاد کردیا ہے اسکو نہ بیچا جائیگا اور نہ ھبہ کیا جائیگا اسلئے کہ وہ آزاد ہے یہاں حضور ﷺ نے ام ولد کی بیع کو علی الاطلاق ناجائز فرمایا ہے۔

(2) ھدایہ میں ہے البیع بالمیتة والدم باطل وکذا بالحر لإنعدام البیع رکن البیع وهو مبادلة المال بالمال فإن هذه الأشیاء لا تعدمالًاعنداحد ﴿ھدایہ 53/3﴾ مردار یا خون کے عوض بیع باطل ہے اسی طرح آزاد آدمی کے عوض بیع باطل ہ اسلئے کہ رکن بیع مبادلۃ المال بالمال مفقود ہے کیونکہ یہ چیزیں کسی کے نزدیک مال نہیں۔ نیز لکھتے ہیں البیع بالخمر والخنزیر فاسد لوجود حقیقة البیع وهو مبادلة المال بالمال فإنه مال عندالبعض ﴿ھدایہ 53/3﴾ اور شراب اور سود کے عوض بیع فاسد ہے کیونکہ حقیقت بیع یعنی مبادلۃ المال بالمال موجود ہے چنانچہ بعض لوگوں کے نزدیک یہ چیزیں مال ہیں۔

(3) مبسوط سرخسی میں ہے بیع الحر لا یجوز لأن دخول الشئ فی العقد بصفة المالیة والتقوم وذلک لا یوجد فی الحر ﴿مبسوط سرخسی 12/13﴾

انتقال اعضاء انسانی کی وصیت عدم جواز کتب فقہ کی روشنی میں اس مسئلہ کو سمجھنے کیلئے وصیت کی تعریف جاننا ضروری ہے اس لئے مندرجہ ذیل سطور میں وصیت کی تعریف بیان کی جاتی ہے وہ یہ ہے الوصیة تملیک مضاف الی ما بعدالموت نفس الشئ کان أو منفعته هذا هو التعریف المذکور فی عامة الکتب وذکر فی الإیضاح أن الوصیة هی ما اوجبه الإنسان فی ماله بعد موته او فی مرض موته والوصیة بهذا المعنی هی المحکوم علیها بانها مستحبه غیر واجبة وأن القیاس یأبی جوازها ﴿بدایۃ المجتهد 245/2﴾ وصیت کا مطلب یہ ہے کہ از روئے تبرع کسی چیز یا اسکی منفعت کو کسی کی ملک میں موت کے بعد معلق کرکے دیدینا یہ تعریف تو عام کتابوں میں ہے اور ایضاح میں اسکی تعریف یہ کی گئی ہے کہ انسان حالت صحت یا حالت مرض میں اپنے مال پر جو کچھ اپنے اوپر واجب کرتا ہے کہ اسکے مرنے کے بعد فلاں مال فلاں شخص کو دیدیا جائے عطیہ کے طور پر وصیت ہے اور یہ وصیت مستحب ہے واجب نہیں خلاف قیاس اور خلاف عقل ہے۔

علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں والقیاس یأبی جوازها لأنها تمليک مضاف الی حال زوال الملک ولو أضافه الی حال قيامه بان قال ملكتک غدا كان باطلا فهذا اولی إلاّأن الشارع أجازه لحاجة الناس إليها ﴿البحر الرائق 403/8﴾ وصیت کا جواز قیاس کے خلاف ہے قیاس اسے تسلیم نہیں کرتا کیونکہ وصیت میں مال کی تملیک بعدالموت منسوب ہوتی ہے۔ جبکہ مرنے کے بعد انسان کی ملکیت ہی ختم ہوجاتی ہے مگر شارع نے انسان کی ضرورت وحاجت کی بناپر اس کی اجازت دی ہے۔ نیز لکھتے ہیں قوله علیہ السلام إن الله قد تصدق عليكم بثلث أموالكم عندوفاتكم زيادة فی حسناتكم ليجعلها لكم زيادة فی أعمالكم عليه اجماع الامة ﴿البحر الرائق 403/8﴾ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حالت وفات میں ثلث مال کی صدقہ دی ہے تاکہ تمہاری نیکیوں میں اضافہ ہوجائے اور تمہارے اعمال میں زیادتی ہوجائے اور اسی پر امت کے اجماع ہے۔

مبسوط میں ہے إن الوصية مشروعة لنا لاعلينا قال علیہ السلام إن الله تصدق عليكم بثلث اموالكم فی أعماركم زيادة فی أعمالكم ﴿مبسوط سرخسی 112/27﴾ کتب فقہ اصول فقہ میں یہ قاعدہ ہے کہ انسان جس شی کا مالک نہیں کسی دوسرے کو اس شے کے دینے کے بارے میں وصیت نہیں کرسکتا اور تمام فقہاء کا اجماع ہے کہ ھبہ وعطیہ کرنے یا کسی شے کا کسی کو دینے کی وصیت کرنے کیلئے یہ شرط ہے کہ ہبہ کرنے والا یا وصیت کرنے والا اس شے کا مالک ہو یہی وجہ ہے کہ مستعار شے جس کے پاس بطور امانت موجود ہو یا اباحۃ جس کو کچھ دیا گیا یا استعمال کا جس کو حق ملا ہو اسے یہ حق نہیں کہ شے مستعار یا استعمال کیلئے لی ہوئی چیز کسی دوسرے کو ھبہ یا عطیہ کردے نہ ہی اس کو ایسے قسم کے مال کے بارے میں وصیت کا حق ہے ﴿الموافقات 277/2﴾

بدائع الصنائع میں ہے منها أن يكون مالا فلا تجوز هبة ماليس بمال اصلا كالحر والميتة والدم والاحرام والخنزير وغير ذلک علیٰ ما ذكرنا فی البيوع

صاحب بدایۃ المجتہد لکھتے ہیں أما الواهب فانهم اتفقوا علیٰ ان تجوزهبته اذا كان مالكا صحيح الملک ﴿بدایۃ المجتہد 245/2﴾ واھب یعنی عطیہ دینے والے کیلئے کے نزدیک متفقہ شرط یہ ہے کہ واھب شے موھوب کا واقعی مالک ہو۔

ومن شرائط الوصية أن يكون الرجل مالكا وكون الشیٔ قابلا للتمليک ﴿البحر الرائق 403/8﴾

ثم التبرع بعدالوفاة معتبر بالتبرع فی حالة الحيوة وذلک إحسان مندوب اليه وكذلک التبرع بالوصية بعد الموت ﴿مبسوط سرخسی 142/27﴾

وشرطها كون الموصی أهلا للتمليک والموصی له اهلا للتملک والموصی به مالاً قابلا للتمليک ﴿فتاوی عالمگیری 9/4﴾

وأما الذی يرجع الی الموصی به فبعض منها أن يكون مالا أومتعلقا بالمال لأن الوصية إيجاب الملک أوإيجاب ما يتعلق بالملک من البيع والهبة والصدقة والاعتاق ومحل الملک هوالمال فلا تصح

الوصية بالميتة والدم من أحد ولأحد لانهما ليس بمال في حق أحد ولا بجلد الميتة ولابمال غير متقوم كالخمر ﴿بدائع الصنائع 352/7﴾

جہاں تک ان شرطوں کا تعلق ہے جو موصی بہ (وہ چیز جس کی وصیت کی گئی ہے) سے متعلق ہیں تو یہ کئی ہیں ان میں سے یہ شرط ہے کہ موصی بہ مال ہو یا متعلق بالمال ہو کیونکہ وصیت ملک کا ایجاب ہے یا ملک سے متعلق مثلاً بیع، ھبہ، صدقہ اور اعتاق (آزاد کرنا) ایجاب ہے اور ملک کا محل مال ہے۔ پس مردے اور خون کی وصیت کسی کی طرف سے اور کسی کے حق میں درست نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں کسی کے حق میں مال نہیں ہیں۔

مردے کے کھال بھی دباغت سے پہلے مال نہیں ہے اور ہر وہ چیز جو مال نہیں ہے اور ایک شرط یہ ہے کہ موصی بہ مال متقوم ہو پس غیر متقوم مال مثلاً شراب کی وصیت جائز نہ ہوگی فإنها وإن كانت مالاحتى تورث لكنها غير متقومة في حق المسلم حتى لا تكون مضمونة بالإتلاف فلا تجوز الوصية من المسلم ﴿بدائع الصنائع 352/7﴾ کیونکہ شراب اگرچہ مال ہے حتی کہ یہ میراث بھی بنتی ہے لیکن مسلمان کے حق میں مال متقوم نہیں چنانچہ اسکے اتلاف پر ضمان عائد نہیں ہوتا پس مسلمان کی طرف سے اور مسلمان کے حق میں شراب کی وصیت درست نہیں ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ خودکشی والی حدیث کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ويؤخذ منه أن جناية الانسان علىٰ نفسه كجناية على غيره في الإثم لأن نفسه ليست ملكا له مطلقا بل هي لله تعالىٰ فلايتصرف فيها إلا بما أذن فيه ﴿فتح الباري 539/11﴾ یعنی خودکشی کرنے کی ممانعت والی حدیث سے یہ حکم نکلا ہے کہ جو انسان اپنے آپ کو ہلاک کرے اور نقصان پہنچائے اسکا گناہ ایسا ہے جیسا کہ دوسرے کو ہلاک کرنے اور نقصان پہنچانے کا گناہ۔ کیونکہ انسان کا جسم وجان اس کی اپنی ملکیت نہیں ہے بلکہ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے انسان کو صرف اس سے کام لینے کا اختیار ہے کام بھی وہ جن کے متعلق اللہ کی طرف سے اذن و اجازت ہے

علاوہ ازیں مرنے کے بعد کسی چیز سے تبرع اور نیکی کرنا شرعی حیثیت پر موقوف ہے کہ زندگی میں انسان اس چیز سے تبرع اور نیکی کر سکتا ہے یا نہیں یہی حکم مرنے کے بعد وصیت کر کے نیکی حاصل کرنا بھی امر مستحسن ہوگا۔

نیز البحر میں ہے کہ مال میں وصیت بھی اسی وقت مستحب ہے جبکہ اس سے ارتکاب حرام لازم نہ آتا ہو۔ ورنہ وصیت جائز نہ ہوگی نہ ورثاء پر اس کی تنفیذ لازم ہوتی ہے۔

لھذا اعضائے انسانی کی وصیت کرنا از روئے قرآن وسنت اور فقہ اسلامی باطل ہے اور غیر شرعی ایسی وصیت کی تنفیذ ورثاء پر نہ صرف یہ کہ لازم نہیں بلکہ ایسی وصیت پر عمل کرنے سے ورثاء اور ذمہ دار افراد گنہگار ہوں گے ﴿﴾﴿﴾﴿﴾